جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

حامد ابوالنصرؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

آئے گا پھر چمن پہ تصرف کا وقت بھی
پہلے قفس کی آب و ہوا دیکھتے چلیں

”میں گھر پہنچا اور ابھی بال بچوں سے مل ہی رہا تھا کہ...50 سپاہی اور 5 افسران نے میرے گھر کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک افسر نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو جاؤں، چنانچہ میں کھڑا ہو گیا۔ افسروں نے کمرے کی تلاشی لینا شروع کی جبکہ سپاہی اسلحہ تانے گھر کے باہر کھڑے رہے۔ گھر کے پاس سے گزرنے والی سڑک پر بھی ان کا قبضہ تھا اور آنے جانے والی ٹریفک مکمل طور پر روک دی گئی تھی۔ گھر کا محاصرہ کرنے والے افسر اور سپاہی پولس اور فوج دونوں سے متعلق تھے۔ تفتیش کے دوران میں نے گھر والوں سے ناشتہ لانے کو کہا۔ ناشتہ آیا تو میں نے تناول کیا۔ پولس آفیسر میرے سامنے بیٹھ گیا اور میری طرف ایک کاغذ بڑھا دیا جس میں لکھا تھا کہ میں جماعت (اخوان المسلمون) سے استعفیٰ دیتا ہوں۔ پولس افسر نے کہا کہ اس کاغذ پر آپ دستخط کر دیں گے تو ڈپٹی کمشنر صاحب آپ کے خلاف کیس واپس لے لیں گے ورنہ آپ کو عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔ میں نے اس کے مطالبے کو سختی کے ساتھ رد کر دیا اور کہا، ”یہ کسی صورت بھی ممکن نہیں۔ جب میں اس جماعت میں شامل ہوا تھا تو نابالغ بچہ نہیں بلکہ عاقل بالغ مرد تھا۔ میں نے جماعت میں بقائمی ہوش وحواس شمولیت اختیار کی تھی۔ مجھے خوب معلوم تھا کہ اس راستے میں یہ مشکلات آئیں گی۔ میں آج بھی اپنے عہد پر قائم ہوں اور جماعت کے ساتھ میری وفاداری میں کوئی تزلزل یا کمزوری واقع نہیں ہوئی۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔“[۳۶]

(حامد ابو النصر)

حامد ابوالنصر

پیدائش سے جوانی تک: حامد ابوالنصر نے 25 مارچ 1913 کو منفلوط (مصر) کے ایک دیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ بچپن سے ہی وہ نظم و جماعت کی اہمیت سے واقف تھے۔ عہد شباب میں متعدد اصلاحی انجمنوں سے وابستہ رہے۔ جمعیت شبان المسلمین کے خزانچی، جمعیت الاصلاح الاجتماعی کے منفلوط یونٹ کے صدر اور حزب الوفد کی صدارتی کونسل میں منفلوط کی نمائندگی کا شرف حاصل کیا۔ 1934 میں ایک دوست کے کہنے پر وہ حسن البنا اور اخوان المسلمون سے واقف ہوئے۔ منفلوط میں امام حسن البنا کا خطاب رکھوایا۔ خطاب کے بعد کچھ دیر باتیں کی اور بس... امام کا جادو ایسا چلا کہ اسی لمحے سے وہ فنافی التحریک ہوکر رہ گئے۔ صالح ایکٹیوزم کے جذبے کو جیسے اس کی منزل مل گئی ہو۔ منفلوط کی چیدہ شخصیات کو جمع کر کے مرشد عام سے خصوصی ملاقات کرائی اور اس طرح علاقے میں تحریک کے بیج بو دیے۔ امام حسن البنا کے ہمراہ حامد ابوالنصر کو مختلف دیہات وقصبات میں دورے کرنے کا کافی موقع ملا۔ یہ سفر دعوتی اور تحریکی بلکہ تربیتی پہلو سے بھی ابوالنصر کے مستقبل کے لیے ایک اثاثہ ثابت ہوئے۔

حالات کا پلٹا: چالیس کے دہے کے اوائل میں امام حسن البنا کی مقبولیت اور اخوان کے بڑھتے حلقۂ اثر سے خائف ہوکر امام حسن البنا کو قاہرہ سے شہر بدر کر کے قنا میں نظر بند کر دیا گیا۔ حامد ابوالنصر نے ایک ایسے ماحول میں جب حق گوئی سب سے بڑا جرم تھا، ایک مخلص ممبر پارلیمنٹ کو تلاش کر کے اس ضمن میں ایک تفصیلی خط لکھ کر امام کی رہائی کا پرزور مطالبہ کیا۔ پارلیمنٹ اور اخبارات میں یہ بحث چھا گئی اور عوامی سبکی سے خوفزدہ حکومت نے امام پر سے پابندی اٹھالی۔

حامد ابوالنصر ایک جوشیلے تحریکی نوجوان تھے، حق گوئی اور بیباکی ان کا طرہ امتیاز تھا۔ 1942 میں جب

مصر میں عام انتخابات ہونے والے تھے تو اخوان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اسکندریہ سے امام حسن البنا انتخاب لڑیں۔ مگر یہ بات مصر کی کٹھ پتلی حکومت اور اسے نچانے والے انگریزوں کو راس نہ آئی۔ بڑھتی کشیدگی اور زبردست سیاسی دباؤ کے پیش نظر امام حسن البنا نے دفع ضرر کے واسطے اپنا پرچۂ نامزدگی واپس لے لیا۔ اس بات پر حامد ابو النصر چراغ پا ہو گئے۔ اس فیصلے سے یوں تو سارے اخوان غمگین تھے لیکن ابو النصر نے ایک اجتماع میں امام حسن البنا سے کچھ یوں خطاب کیا، ''ہم نے اس فیصلے کو تسلیم تو کرلیا ہے مگر مستقبل میں امام کو چاہیے کہ نتیجہ خواہ کچھ بھی نکلے وہ اکثریت کی رائے کو اپنے فیصلوں میں ملحوظ رکھا کریں۔'' امام حسن البنا، اپنے ظرف کے مطابق، اس نوجوان کیڈر کی جرأت پر سراپا آفرین تھے۔

حسن البنا شہید کی زندگی میں حامد ابو النصر نے ان کے سفیر اور ہم سفر کا کردار نبھایا۔ انگریز اور اس کی 'باج گزار' مصری حکومت کے متعدد عہدیداران سے ملے اور اپنی جرأت و بیباکی کے سبب ان کی نگاہوں میں کھٹکنے لگے۔ کئی جاسوس ان کے پیچھے لگا دیے گئے۔ انقلاب سے پہلے بھی اخوان کی مقبولیت آسمان چھو رہی تھی اور انتخاب کا وقت قریب تھا۔ حریف سیاسی تنظیم وفد پارٹی سے یہ کچھ دیکھا نہ گیا اور انھوں نے اخوان کو نشانہ بناتے ہوئے پورے ملک میں فتنہ وفساد کا بازار گرم کر دیا۔ منفلوط میں اخوان کے دفتر کو آگ لگا دی گئی، حامد ابو النصر کے گھر پر حملہ ہوا، زرعی فارم پر جاتے وقت ان پر گولیاں برسائی گئیں۔ منفلوط سے ابو النصر ہی اخوان کے امیدوار تھے۔ انتخابی مہم کے دوران ابو النصر پر ایک بار پھر گولی چلی مگر دوبارہ قسمت نے ساتھ دیا۔ عوام کو اخوان سے برگشتہ کرنے کے یہ اوچھے طریقے بیکار ثابت ہونے لگے اور دشمن کو شکست اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگی تو انھوں نے booth capturing اور جعلی ووٹوں کا سہارا لیا اور عین وقت پر ابو النصر الیکشن 'ہار' گئے۔

1948 میں جب اخوان پر پابندی لگی تو پولس نے ان کے گھر پر بھی چھاپہ مارا اور خود اپنے ساتھ لایا ہوا ایک پستول 'برآمد' کرلیا۔ ناجائز اسلحہ رکھنے کے جھوٹے الزام میں انھیں قید کر دیا گیا گو بعد میں وہ باعزت بری ہوئے۔ جہاد فلسطین کے لیے منفلوط سے فنڈ اور ہتھیار جمع کرنے میں بھی ان کا اہم رول رہا... گو اخوان نے یہ بعد میں جانا کہ یہ فنڈز اور ہتھیار جو حکومت کے توسط سے مجاہدین تک بھیجے جاتے تھے، وہ مجاہدین تک پہنچائے ہی نہ جاتے تھے۔

دسمبر 1953 میں ابو النصر کا انتخاب اخوان کی مکتب ارشاد (مرکزی شوریٰ) میں ہوا، ان کی تحریکی

ذمہ داریاں اور سرگرمیاں اور بڑھ گئیں۔ ناصر نے انقلاب کے بعد مصر میں اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا، مگر اب وہ صاف مکر گیا۔ نئے مرشد حسن الہضیبی سے اسے خاص چڑ تھی۔ جنوری 1954 میں ناصر نے حسن الہضیبی کو انگریزوں سے ساز باز کے الزام میں قید کر دیا۔ ابوالنصر نے ناصر سے مل کر اسے خوب صلواتیں سنائیں اور کہا ''اگر تمھیں اپنے موقف پر اصرار ہے تو یہ الزام عدالت میں ثابت کرو۔ جب مرشد عام کا کیس عدالت میں آئے گا تو تمھاری قلعی کھل جائے گی یا تو عدالت انھیں باعزت بری کرے گی اور تمھاری سبکی ہوگی یا عدالت انھیں سزا دے گی اور لوگ جان جائیں گے کہ تمھاری حکومت جھوٹ اور ظلم کی بنیاد پر قائم ہے۔'' حکومت کے ایماء پر اخوان میں باغیوں کو حسن الہضیبی کے خلاف محاذ کھولنے اور اخوان میں داخلی انتشار پیدا کرنے پر اکسایا گیا۔ اس نازک موڑ پر محمد حامد ابوالنصر اخوان کے اتحاد کے علمبردار اور مرشد عام کے دست و بازو بنے رہے۔ مرشد عام کو معزول کرنے کے مشورے پر انھوں نے جمال عبدالناصر کو یوں آڑے ہاتھوں لیا، ''ایسا ناممکن ہے! ہم اپنے مرشد پر جان چھڑکتے ہیں۔'' حکومت نے لاکھ رکاوٹیں ڈالیں لیکن شاہ سعود کے دورۂ مصر کے دوران کسی نہ کسی طرح حامد ابوالنصر ایک میمورنڈم ان کی خدمت میں پہنچوا دینے میں کامیاب ہوئے، جس میں اخوان اور مرشد عام پر سے پابندیوں کو ہٹانے کے لیے دباؤ ڈالنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی اور مرشد عام کو دیگر اخوانی رہنماؤں کے ہمراہ مارچ میں رہا کر دیا گیا۔ مگر ناصر اپنے بغض کو زیادہ دنوں چھپا نہیں پایا۔ اکتوبر میں ہی اخوان پر پابندی لگ گئی۔ 11 نومبر کو ابوالنصر کے گھر کو پولس نے گھیرے میں لے لیا، تلاشی لی، آخر پولس افسر نے ان کی طرف ایک کاغذ بڑھایا جس پر لکھا تھا ''میں اخوان کی رکنیت سے مستعفی ہوتا ہوں،'' اور اس پر دستخط کا مطالبہ کیا، دستخط کرنے پر کیس واپس لینے کا یقین دلایا، بصورت دیگر خوفناک انجام سے ڈرایا مگر ابوالنصر نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور گرفتاری دے دی۔ منفلوط کے تھانے سے اسیوط کی تاریک کوٹھری اور وہاں سے قاہرہ کے قید خانے تک... ہر جگہ بار بار تعذیب کی خوراک دینے کے بعد اخوان سے استعفیٰ اور مرشد عام حسن الہضیبی پر جھوٹا الزام لگانے پر رہائی کا بھروسہ دلایا گیا مگر حامد ابوالنصر ایسی کسی تجویز پر غور کرنے کو ہی گناہ سمجھتے تھے۔ لالچ و تعذیب یعنی سیدھی و ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نہ نکلتا دیکھ حکام نے انگلی مزید ٹیڑھی کرنے کا فیصلہ کیا اور انھیں جنگی جیل خانے میں منتقل کر دیا یہ جیل خانہ 'جہنم' کے لقب سے مشہور تھا۔ یہاں پہنچتے ہی مغلظ

گالیوں، مکوں اور لاتوں کی برسات کی گئی۔ اس استقبال کے بعد سولی پر چڑھا کر درے لگائے گئے، کبھی چھت سے الٹا لٹکا کر بیدیں لگائی گئیں، کبھی سرد راتوں میں برف کی سل پر لٹایا گیا، تو کبھی سر پر لوہے کی ٹوپی پہنا کر کس دیا گیا۔ 48 گھنٹوں میں ایک بار بیت الخلاء جانے کی اجازت ملتی، ذرا سی دیر ہونے پر پہریدار اندر گھس آتے اور اسی حالت میں زدوکوب کرتے۔ غرض جو تکلیفیں جیلوں میں اخوان نے سہیں قلم انھیں بیان کرنے سے عاجز ہے۔ کیس کی سماعت؟ سماعت کیا دکھاوا تھا۔ سماعت سے پہلے اور بعد میں بھی اخوان المسلمون سے استعفیٰ اور مرشد عام پر جھوٹے الزام والی 'آفر' پیش ہوئی مگر بے سود۔ حامد ابوالنصر کو عمر قید کا مژدہ سنایا گیا۔ لیمان طرہ، الواحات، محاریق، قنا اور طرہ فارم جیسے جہنم صفت قید خانوں میں عمر قید کی سزا کاٹ کر 1970 میں ابوالنصر کی رہائی عمل میں آئی۔

قیادت: 1973 میں حسن الہضیبی کے انتقال کے بعد آپ نے نئے مرشد عام عمر التلمسانی کا ساتھ بھی بخوبی نبھایا۔ انھیں مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور ابتلا و آزمائش کی اس زوردار آندھی کے کچھ تھمنے پر اخوان المسلمون میں ایک نئی جان ڈالنے کے لیے متعدد نئے پروگرام بتائے اور ان پر عمل درآمد کرایا۔ 1986 میں عمر التلمسانی کے انتقال پر حامد ابوالنصر اخوان المسلمون کے مرشد عام منتخب ہوئے۔ اپنی سرفروشانہ اور تحریکی زندگی کے آخری دس سال انھوں نے اخوان المسلمون کی قیادت کی۔ وہ تحریک جس سے نوجوانی میں ناتا جوڑا تھا، اس کے تاعمر وفادار رہے، آزمائشیں ان کے قدم کو ڈگمگا نہ سکیں۔ اپنی تحریکی زندگی پر انھوں نے اپنی یادداشتیں قسط وار اخبار میں چھپوائیں جو اردو میں **وادئ نیل کا قافلہ سخت جاں** کے عنوان سے یکجا کی جا چکی ہیں۔ تراسی سال کی عمر میں 1996 کو محمد حامد ابوالنصر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی تحریکی زندگی اور صالح ایکٹیوزم کو ہمارے نوجوانوں کا شعار بنا دے۔ آمین!